ڈاکٹر اسرار احمد

۱۸

قَدْ اَفْلَحَ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۝
وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ ۝
وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ
اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ (المومنون: ۱تا۶)

قرآن مجید کے اٹھارہویں پارے میں جو "قَدْ اَفْلَحَ" کے نام سے موسوم ہے دو سورتیں پوری پوری شامل ہیں یعنی سورۃ المومنون اور سورۃ النور۔ اور آخر میں بیس ابتدائی آیات سورۃ الفرقان کی شامل ہیں۔

سورۃ المومنون اپنے مضامین کے اعتبار سے ان مکی سورتوں سے مشابہت رکھتی ہے، جن میں تفصیل کے ساتھ اللہ کے رسولوں اور ان کی اُمتوں کے حالات بیان ہوئے ہیں، خاص طور پر اس پہلو سے کہ جن قوموں کی طرف اللہ نے اپنے رسولوں کو مبعوث کیا، انہوں نے جب انکار اور کفر کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک و نیست و نابود کر دیا۔ انبیاء و رسل کے اس ذکر میں ایک آیۂ مبارکہ بڑی عجیب وارد ہوئی ہے: وَاِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ (آیت ۵۲) نبیوں اور رسولوں سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک ہی اُمت ہو، ایک ہی اُمتِ واحدہ کے افراد ہو اور میں تم سب کا رب، پروردگار، پالنہار اور خالق ہوں،

پس تم میرا ہی تقویٰ اختیار کرو۔ گویا یہ انبیاء کی وساطت سے اصل میں ان کی اُمتوں سے خطاب ہوا ہے کہ اگر کوئی حضرت مسیحؑ کا نام لیوا ہو یا کوئی اگر حضرت موسیٰؑ کا نام لیوا ہو، وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ کوئی جداگانہ ملتیں تھیں یا جدا دین تھے۔ بلکہ یہ وہی دین ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے چلا آ رہا ہے، اور جو بالآخر کامل ہوا ہے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

سورۃ المومنون کے آغاز میں اہلِ ایمان کے کچھ اوصاف بیان ہوئے ہیں اور درحقیقت ان کے پردے میں یہ حقیقت کھل گئی ہے کہ انسان کے سیرت و کردار کی صحیح تعمیر یا علامہ اقبال کی اصطلاح میں تعمیرِ خودی کے لیے لازمی اساسات کیا ہیں؟ فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ٥ (المومنون: ۱ تا ۴)

"کامیاب ہو گئے وہ اہلِ ایمان جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں، جو بیکار اور لغو باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں، جو تزکیۂ نفس پر کاربند رہتے ہیں اور اس کے لیے مسلسل کوشاں رہتے ہیں۔"

اس کے بعد فرمایا: جو اپنی خواہشِ نفس بالخصوص جنسی شہوت کو قابو میں رکھتے ہیں اور اس کی تسکین کے لیے کوئی ناجائز راستہ اختیار نہیں کرتے، جو اپنے عہد پر کاربند رہنے والے اور امانتوں کو ادا کرنے والے ہیں اور آخر میں پھر فرمایا: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ٥ (آیت ۹) "وہ جو کہ اپنی نمازوں کی محافظت کرنے والے ہیں۔"

ان اوصاف کی ابتداء اور انجام دونوں میں نماز کا ذکر کر کے اشارہ کر دیا گیا کہ تعمیرِ سیرت کا یہ پروگرام شروع بھی نماز سے ہوتا ہے اور اس کی معراج بھی نماز ہی ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ (حدیث)

سورۃ المومنون کے اختتام پر بھی ایک بڑے ہی دلنشین پیرائے میں آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ٥ (آیت ۱۱۵) کیا تم نے یہ گمان کیا ہے اے لوگو کہ ہم نے تمہیں بیکار اور عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف واپس نہیں آؤ گے۔ تمہیں ہماری طرف واپس لوٹایا نہ جائے گا؟ یعنی اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ زندگی بس یہی

زندگی ہے اور اس کے بعد کوئی زندگی نہیں اور زندگی کے اعمال کا کہیں کوئی نتیجہ نکلنے والا نہیں تو گویا وہ اس تخلیق کو عبث قرار دے رہا ہے۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ۔ تو اللہ جو بادشاہ حقیقی ہے وہ تمہارے اس گمان سے بہت بلند و بالا اور اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس کی حکمت سے یہ چیز کسی بھی طرح سے لگا نہیں کھاتی کہ وہ انسانوں کو بے مقصد اور بیکار پیدا کرے۔

اس کے بعد سورۃ النور آتی ہے۔ یہ قرآن مجید کی ایک عظیم سورۃ ہے جو نو رکوعوں پر مشتمل اور اس کے عین وسط میں یعنی پانچواں رکوع آیاتِ نور پر مشتمل ہے۔ فرمایا گیا: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آیت ۳۵) "آسمانوں اور زمین کا نور اللہ ہے"۔ یعنی اللہ ہی کو پہچانو گے تو اس کائنات کی حقیقت بھی تم پر منکشف ہوگی اور خود اپنی عظمت سے بھی آگاہ ہو سکو گے۔ اللہ کا یہ نور بندۂ مومن کے قلب میں نورِ ایمان کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے اور اس کی یہ تمثیل دی گئی کہ یہ نور، نورِ ایمان، نورِ فطرت، نورِ عقل سلیم اور نورِ وحی کے امتزاج سے وجود میں آتا ہے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ جب نورِ فطرت پر نورِ وحی کا اضافہ ہو جاتا ہے تو یہ نور پر نور ہے، روشنی ہی روشنی ہے۔ اس کے بالمقابل برعکس کیفیت ہے ان لوگوں کی جو اس نورِ ایمان سے محروم ہیں، ان کی زندگیوں میں اگر کوئی خیر ہے بھی تو صرف دکھاوے کا خیر ہے، ریاکاری کی نیکی ہے جس کی اللہ کے ہاں کوئی قدر نہیں اور یا پھر وہ لوگ ہیں کہ جن کی کیفیت ہے، ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (آیت ۴۰) صرف نفس پرستی، مفاد پرستی یا یوں کہیے کہ خود پرستی ہی ان کی زندگی کا مقصود و مطلوب ہے۔ کوئی خیر، کوئی بھلائی، یہاں تک کہ جھوٹ موٹ کی نیکی کا کوئی طمع بھی ان کی زندگی میں موجود نہیں ہے۔ یہ پانچواں رکوع حکمتِ قرآنی کا ایک اہم خزانہ ہے۔

اس سے پہلے اور اس سے بعد سورۃ النور میں بالخصوص مسلمانوں کی معاشرتی زندگی اور اسلام کا معاشرتی نظام بیان ہوا ہے کہ اسلامی معاشرہ ایک مخلوط معاشرہ نہیں ہے، اس میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول پسندیدہ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ کوئی حقیقی ضرورت لاحق ہو، کوئی مجبوری پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ستر کا حکم دیا گیا، حجاب کے احکام آئے، گھروں میں مردوں اور عورتوں کو جس طرح رہنا چاہیے اس کے تفصیلی احکام دیئے گئے۔ انہی چیزوں سے متعلق بعض واقعات بھی اس سورۂ مبارکہ میں آئے۔ چنانچہ واقعۂ افک بیان ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کی سازش سے جو تہمت لگی، جس میں بعض سادہ لوح مسلمان بھی شامل ہو گئے، اس کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہوا،

اور اس کے ساتھ ہی اسلامی معاشرے کو فواحش اور بدکاری سے پاک کرنے کے لیے زنا کی حد بھی بیان ہوئی اور اگر کوئی کسی پر زنا کی جھوٹی تہمت لگا دے تو اس کی حد یا اس کی سزا یعنی حدِ قذف کا بیان بھی ہوا ساتھ ہی لعان کا قانون بھی بیان ہوا۔ الغرض معاشرتی زندگی کے متعدد پہلو ہیں جو اس سورۃ مبارکہ میں زیر بحث آئے ہیں۔ اور مسلمانوں کو تفصیلی احکامات دیئے گئے ہیں کہ تمہیں اپنی معاشرت کن اصولوں پر استوار کرنا ہے۔

سورۃ الفرقان کا آغاز ہوتا ہے اس عظیم آیت سے جس میں پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ عبدیت پر زور دیا گیا: تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے نازل فرمایا الفرقان یعنی وہ قرآن مجید جو حق اور باطل کے درمیان کھلا کھلا امتیاز کر دینے والا ہے اور نازل فرمایا اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے کہ: لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ وہ خبردار کرنے والے بن جائیں، آگاہ کر دیں تمام جہان والوں کو۔ حق بھی واضح کر دیں اور باطل بھی کھول کر بیان کر دیں، جو سچائی کا راستہ یعنی صراطِ مستقیم ہے اس کو بھی پوری طرح بیان فرما دیں اور واضح فرما دیں اور جو کجی کی پگڈنڈیاں ہیں ان سے بھی لوگوں کو خبردار کر دیں۔ اس سورۃ مبارکہ میں یہ مضمون بھی وارد ہوا کہ کفار یہ اعتراض کیا کرتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ: مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (آیت ۸) یہ کیسے رسول ہیں جو کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے ہیں، یعنی یہ تو عام انسانوں کی مانند ہیں۔ جواب دیا گیا، اے نبیؐ ان سے کہیے کہ ہم نے آپ سے پہلے جتنے نبی مبعوث کیے، جتنے رسول بھیجے وہ سب اسی طرح کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے، وہ بھی اسی طرح بشریت سے متصف تھے۔ انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی سنت یہی رہی ہے کہ انسانوں کو مبعوث کیا جو ان ہی میں سے ہیں، جو انہی کی زبان بولتے ہوئے آئے اور جن کے ساتھ زندگی کے وہ تمام لوازم لگے ہوئے ہیں جو عام انسانوں کے ساتھ لگے ہوتے ہیں اور ان سب کے باوجود انہوں نے اپنی زندگی میں صداقت اور راستی، عدل و انصاف، حق پرستی، خدا کی بندگی، صراطِ مستقیم پر چلنے کا ایک کامل نمونہ پیش کر کے اَبنائے نوع پر حجت قائم کر دی کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اللہ کا بندہ بن کر رہنا ممکن ہے۔ اور اس کا بیّن ثبوت انبیاء کرام کی زندگیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے اتّباع کی توفیق عطا فرمائے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین